حدیث وسنت

ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر

حفاظتِ حدیث اور صحابہ کرامؓ

بکثرت روایت کرنے والے صحابہ کرامؓ کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ نے حدیث کی حفاظت کے لیے وحی کو منافقین کی دسترس سے دور رکھا اور اس کا ذمہ صرف اپنے پاکباز بندوں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سونپا۔ یہی وجہ ہے کہ آج حدیث روایت کرنے والوں میں آپ کسی منافق کو نہیں پائیں گے۔ سچے اور کھرے صحابہؓ جن کی اللہ نے آسمان سے شہادت دی ہے، وہی حدیث روایت کرنے والے ہیں۔

ان میں سے کچھ ایسے تھے جن کا کتاب اللہ کے ساتھ گہرا تعلق تھا اور قرآن کریم کے علوم وفنون پر اُنہوں نے محنت کی۔ کچھ ایسے تھے جو روایتِ حدیث رسول ﷺ میں مشغول ہو گئے اور اس کے لئے اُنہوں نے اپنے آپ کو وقف کیا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ بالخصوص جو بہت زیادہ روایت کرنے والے اصحابِ رسول ہیں، ان کی سوانح اور ان کے امتیازات کے بارے میں کسی طرف سے کوئی شبہ نہیں پایا جاتا !!

الزام دیا جاتا ہے کہ بعد میں یہ روایتیں گھڑ لی گئی ہیں۔ جو آٹھ نو مکثرین صحابہؓ (بکثرت روایت کرنے والے) ہیں، ان کی روایات اٹھارہ ہزار سے متجاوز ہیں اور نبی ﷺ کی جملہ احادیث (صحیح اور غیر صحیح) اکٹھی کی جائیں تو پچاس ہزار تک ہی جاتی ہیں جبکہ صحابہ کرامؓ کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے، اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بعد میں گھڑنے والا الزام کتنا مضحکہ خیز ہے۔ خود نبی ﷺ کی زندگی پر احادیث کی اس تعداد کو تقسیم کریں تو ارشاداتِ نبویہ کی روزانہ اوسط چھ نکلتی ہے، تو کیا یہ تعداد قابل اعتراض ہے؟ حضرت ابوہریرہ کو نبی ﷺ کی صحبت چار سال کے قریب میسر ہوئی ہے اور حضرت ابوہریرہؓ کی تمام روایتیں پانچ ہزار یا ساڑھے پانچ ہزار کے قریب ہیں تو حساب لگا کے دیکھ لیجیے کہ ایک دن کی چار پانچ روایتیں بنتی ہیں۔ دینی مدارس میں زیر تعلیم بچے آج کے دور میں پچاس پچاس حدیثیں روزانہ پڑھ لیتے

www.KitaboSunnat.com

ہیں تو ابو ہریرۃؓ جیسا انسان جس کو حدیث پڑھنے پڑھانے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا، اس نے اگر روزانہ پانچ چھ احادیث حفظ کرلیں تو اس میں اعتراض والی کونسی بات ہے؟ جب کہ ان کو اس کے سوا کوئی کام نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہتے اور ان کی نیت صرف یہ ہوتی کہ رسول اللہ کی کوئی بات سننے سے رہ نہ جائے۔

عدالتِ صحابہؓ

امام بخاریؒ فرماتے ہیں: من صحب النبي ﷺ أو رآه من المسلمین فھو من أصحاب (صحیح بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبیؐ)

''مسلمانوں میں جس شخص کو نبیؐ کو صحبت نصیب ہوئی یا اس نے آپؐ کو دیکھا، وہ آپؐ کے صحابہؓ میں سے ہے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ایک معقول شرط کا اضافہ فرمایا ہے کہ

''اس کا خاتمہ بھی اسلام پر ہوا ہو۔'' (الاصابہ: ۱/۷)

"الصحابة کلھم عدول" یہ مقولہ اُمت کے ہاں متفق علیہ ہے۔یعنی تمام صحابہ کرام عادل ہیں، وہ کفر و فسق و فجور سے متنفر تھے، سب ہی متقی و محسن تھے،حق و انصاف پر قائم تھے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے ان کا تزکیہ فرمایا، صفائی بیان کی، قرآن کریم میں ان کے اوصافِ حمیدہ بیان ہوئے اور ان کی دیانت و امانت کی شہادت ثبت ہوئی۔اس بنا پر تمام اہل اسلام متفق ہیں کہ تمام صحابہ کرامؓ عادل وثقہ☆ ہیں۔

صحابیت کے ثبوت کے لئے بھی علماے کرام نے بہترین معیار قائم کیا اور حدیثِ نبویؐ کی روشنی میں عہد صحابہ کی انتہا بھی متعین ہے۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«ما من نفس منفوسة الیوم تأتي علیھا مائة سنة وھي حیة یومئذ» (صحیح مسلم: ۲۵۳۸)

''کوئی ذی روح انسان ایسا نہیں جو آج زندہ ہے اور سو سال گزرنے کے بعد بھی زندہ ہو۔''

اس حدیث کی روشنی میں علما نے یہ زمانہ ۱۱۰ ہجری تک متعین کیا ہے۔اس کے بعد کوئی شخص صحابی ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا تھا۔علماے کرام نے صحابہ کرامؓ کے بارہ طبقات بیان

☆ مزید تفصیل: الصحابة کلھم عدول از پروفیسر طیب شاہین لودھی (محدث: ۶/۲۶، مارچ ۱۹۹۵ء)

www.KitaboSunnat.com

کئے ہیں اور یہ سارا اہتمام حدیثِ نبوی اور اُسوۂ رسول کی حفاظت کے لئے تھا۔ دین کی حفاظت کا دارومدار بھی چونکہ اسی پر تھا، اس لئے اس کی جزئیات کا خیال رکھا گیا۔ اصحابِ رسولؐ کے بارے میں اُمت کا یہ نقطہ نظر، ان کا یہ احترام اور ان پر اعتماد ارشاداتِ ربانی کی وجہ سے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

﴿وَالسَّابِقُوْنَ الاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (التوبہ:۱۰۰)

''اور مہاجرین و انصار میں سے جو لوگ اسلام لانے میں سبقت لے جانے والے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے بہت اچھے طریقے سے ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کئے ہیں، جن کے نیچے دریا بہتے ہیں اور وہ ہمیشہ کے لئے ان میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔'' نیز فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللهِ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ﴾ (التوبہ:۲۰)

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہ اللہ کے ہاں بڑے بلند مرتبہ ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔'' نیز فرمایا:

﴿لَقَدْ تَابَ اللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ﴾ (التوبہ:۱۱۷)

''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور مہاجرین و انصار پر اپنا فضل و کرم فرمایا جنہوں نے مشکل کی گھڑی میں نبیؐ کی پیروی کی۔'' نیز فرمایا:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنِ الْمُؤمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ﴾ (الفتح:۱۸)

''اے نبیؐ! جب مومن درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے تو اللہ ان سے راضی ہوا، پھر ان کے دلوں میں (جو اخلاق تھا) وہ ظاہر ہوگیا تو اس نے ان پر سکینت نازل فرما دی۔''

ایک آیت میں تو اللہ نے صحابہؓ کے ایمان کو معیار اور ہدایت کے لئے مثال قرار دیا ہے:

﴿فَإِنْ آمَنُوْا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ﴾

www.KitaboSunnat.com

’’تو اگر یہ لوگ اس طرح ایمان لے آئیں جیسے تم ایمان لائے ہو تو ہدایت پالیں، اور اگر انہوں نے منہ پھیرا تو یقیناً یہ لوگ مخالفت میں ہیں۔‘‘ (البقرۃ:۱۳۷)

حضرت ابوسعید خدریؓ نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان روایت کیا ہے کہ

«لا تسبوا أصحابي لو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه» (مسلم:۴۶۱۰)

’’میرے اصحاب کو بُرا نہ کہو، اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرے پھر بھی وہ ان کے خرچ کردہ ایک مد یا نصف مد کے اجر کو نہیں پہنچ سکتا۔‘‘

«خير أمتي قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم» (صحیح بخاری:۳۳۷۷)

’’میری امت کا بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔ پھر ان کے بعد والا دور اور پھر ان کے بعد والا‘‘

خلفاے راشدین

اصحابِ رسول ﷺ کے اوّلین طبقہ میں سے ہیں اور آنحضرتؐ کی صحبت سے طویل مدت تک فیض یاب ہوئے۔ اُنہیں عشرہ مبشرہ میں سے ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ آپؓ رسالت مآب کے معتمدِ خاص تھے۔ اُنہیں قرآن کریم کے ساتھ خصوصی شغف کے علاوہ حدیث رسولؐ سے بھی گہری دلچسپی اور محبت تھی۔ حفاظتِ حدیث میں ان کا بڑا عظیم کردار ہے اور کتاب وسنت پر عمل کے اعتبار سے بھی وہ اپنی مثال آپ تھے۔ خلفائے راشدین جہاں روایت حدیث میں انتہائی محتاط تھے وہاں فہم کتاب وسنت میں بھی انتہائی قابل اعتماد تھے۔ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

- ”لا يحفظ للصديق خلاف واحد أبدًا“ (اعلام الموقعین:۱/۸۹)

’’ابوبکرؓ صدیق کا زندگی بھر ایک عمل بھی نص کے خلاف منقول نہیں ہے۔‘‘

باوجودیکہ ابوبکر صدیقؓ کا عہدِ خلافت شورشوں کا دور تھا، اس کے باوجود ان کا حدیث سے شغف گہرا رہا۔ تذکرۃ الحفاظ میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے:

”جمع أبي الحديث عن رسول الله وكانت خمس مائة حديث“ (ج۱/ص۵)

’’میرے والدگرامی نے احادیثِ نبویہ جمع کی تھیں، ان کا مجموعہ پانچ سو حدیث پر مشتمل تھا۔‘‘

پھر شدتِ احتیاط کی وجہ سے اُنہوں نے اپنا یہ مجموعہ ضائع کردیا تھا۔

www.KitaboSunnat.com

◉ حضرت عمرؓ بھی روایتِ حدیث میں حد درجہ محتاط تھے، بکثرت روایت سے منع فرماتے۔ بلا تحقیق کوئی حدیث قبول نہ فرماتے۔ حفاظتِ حدیث میں ان کا عظیم کردار ہے۔ مگر بدنصیب منکرین حدیث ان کے اس احتیاط کو انکارِ حدیث کا بہانہ بناتے ہیں۔ جبکہ حدیث میں احتیاط کا یہ طرزِ عمل محدثین کرام کا طرۂ امتیاز ہے۔ اگر حضرت عمرؓ انکار کرتے اور استغنا برتتے تھے تو پھر احتیاط کی کیا ضرورت تھی؟ پھر کلیۃً روایت سے منع کردیتے مگر وہ انتہائی محبّ الحدیث اور ذاتی رائے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

ایک بار حضرت ابوہریرہؓ کو حضرت عمرؓ نے یاد دلایا کہ آنحضرتؐ نے جب معروف حدیث «من كذب علي متعمدًا فليتبوأ مقعده من النار» بیان فرمائی تھی تو آپ فلاں مقام پر ہمارے ساتھ تھے تو ابوہریرہؓ نے ہاں میں جواب دیا اور حدیث بھی سنائی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”إذا أذكرت ذلك فاذهب فحدِّث“ (مقدمہ صحیح مسلم)

”اگر تمہیں یہ فرمانِ رسولؐ یاد ہے تو جاؤ حدیث بیان کرو۔“

یہی حدیثِ مبارک محدثین کرام کے منہجِ روایت اور تحقیق کی اساس ہے اور اسی موضوع پر اور بھی متعدد روایات صحیحین میں مذکور ہیں۔

◉ حضرت عثمانؓ بھی حدیث کی حجیت کے صراحۃً قائل تھے۔ ان سے ایک سو چھیالیس (۱۴۶) احادیث مروی ہیں۔ اُنہوں نے اپنے اوّلین خطبہ خلافت میں فرمایا تھا: خبردار! لوگو میں پیروی کرنے والا ہوں، نئی راہ نکالنے والا نہیں ہوں، مجھ پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی پیروی کے بعد تمہارے تین حق ہیں۔“ (تاریخ طبری: ۴۴۶/۳)

روایتِ حدیث اور سنت پر شدت سے عمل پیرا ہونے کے ساتھ آپؓ بھی محتاط تھے اور حفاظتِ حدیث میں آپؓ کی احتیاط کا بڑا کردار ہے۔ مسند احمد میں منقول ہے:

”ما يمنعني أن أحدث عن رسول الله أن لا أكون أوعى أصحابه عنه ولكنى أشهد لسمعته يقول من قال علي مالم أقل فليتبوأ مقعده من النار“ (مسند احمد ۷۰/۱،۴۷، ترمذی: کتاب العلم ۳۵/۵)

”میں اگر حدیث بیان نہیں کرتا تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میں نے دیگر اصحاب کی نسبت کم احادیث یاد کی ہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے آپؐ کو یہ فرماتے سنا

ہے کہ جس نے میری طرف کوئی بات منسوب کی، جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں تلاش کرے۔''

یعنی حضرت عثمانؓ کو حفظ و روایت سے بھی بڑھ کر حفاظتِ حدیث کی فکر دامن گیر تھی جس کے لئے آپ انتہائی محتاط تھے۔

خبر واحد کی بنیاد پر اپنی رائے اور اجتہاد کو ترک کرنے کی صریح روایات بھی حضرت عثمانؓ سے منقول ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُنہیں حدیث نبویؐ پر مکمل اعتماد تھا اور وہ اس سلسلے میں کسی قسم کے تردّد کا شکار نہ تھے۔

◉ شہادتِ عثمانؓ کے بعد بالخصوص جب مسلمانوں میں فتنوں نے سر اُٹھایا اور دوسری طرف اسلام کا دائرہ وسیع ہوگیا تو حضرت علیؓ نے خلفاے ثلاثہ کی نسبت روایتِ حدیث میں مزید احتیاط کرنا شروع کردی اور وہ خاصی تحقیق کے بعد حدیث قبول کرتے تھے۔ لیکن یہ طرزِ عمل ان کا اپنے عہد خلافت میں تھا۔ حضرت علیؓ عموماً یہ حدیث برسرمنبر بیان کیا کرتے تھے:

قال رسول الله لا تكذبوا علي فإنه من كذب على فليلج النار (بخاری:۱۰۳)

''مجھ پر جھوٹ نہ باندھا کرو جس نے میرے نام سے جھوٹ بولا وہ جہنم میں جائے گا۔''

حضرت علیؓ سے یہ بھی منقول ہے:

فلأن أخرّ من السماء أحب إلي من أن أكذب عليه (ایضاً:۳۳۴۲)

''رسولِ اکرم ﷺ کی طرف بات منسوب کرنے کی نسبت مجھے آسمان سے گرنا گوارا ہے۔''

جب ان کے سامنے کوئی حدیث بیان کرتا تو اس کی صحت کے لئے اس سے قسم لیتے تھے اور خود بھی روایت کرتے تو إي ورب الكعبة کہہ کر بیان کرتے۔ (ابوداؤد:۴۷۶۳)

حضرت علیؓ کے پاس احکامِ نبویہ کا ایک مجموعہ بھی تھا جس کی وہ دل و جان سے زیادہ حفاظت فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ لوگوں کو غلط فہمی ہونے لگی کہ شاید اس میں کوئی خاص باتیں ہیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے یہ مجموعہ لوگوں کو دکھایا تھا۔

حدیثِ رسولؐ سے استغنا ہوتا تو وہ اس کی اتنی حفاظت کیوں کرتے اور روایت میں اس حد تک احتیاط کیوں فرماتے؟

www.KitaboSunnat.com

کثیر الروایہ اصحابِ رسولؐ اور ان کے شخصی محاسن

اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کی مجموعی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے اور سب کے سب رسول اللہ ﷺ کی محبت سے سرشار اور آپ کے جاں نثار تھے۔ دین پر عمل اور اس کی نشرواشاعت کے لئے سب کی خدمات انتہائی قابل قدر اور مساعی جمیلہ لائق تحسین ہیں۔ اگر ان کو خدمتِ اسلام کے مختلف شعبوں کے حوالے سے دیکھا جائے تو ان میں تخصصات کے رجحانات معلوم ہوتے ہیں اور ان کی طبائع کے مطابق تقسیم کار ہی اسلام کی کامیاب نشرواشاعت کا بڑا سبب نظر آتا ہے۔

جیسے بعض صحابہ کرامؓ کو قرآنِ کریم سے خصوصی شغف تھا یا ان کے مزاج وطبیعت اور استعداد کے پیش نظر آنحضرت ﷺ نے اُنہیں کاتبِ وحی کے طور پر قرآنِ کریم کی کتابت کے لئے منتخب فرمایا تھا، بالکل ویسے ہی توفیقِ باری سے ایک خاص جماعتِ صحابہ کو حفظ وکتابت کا خصوصی اعزاز حاصل ہوا اور کل میسر لما خلق له کے مطابق اُنہیں اللہ نے اس کی خصوصی صلاحیت سے نوازا تھا اور رسولِ اکرم ﷺ کی خصوصی دعائیں اور تربیت بھی ان کو میسر تھی اور ان کی تعلیم بھی اسی انداز سے ہوئی تھی۔ ان کی ثقاہت، سنتِ نبویہ سے خصوصی لگاؤ، اُسوۂ نبوی کا تتبع ان کی اس عمل مبارک کے لئے موزونیت کا واضح ثبوت ہے۔ ان میں سرفہرست خلفاے راشدین کے علاوہ

① حضرت ابوہریرہؓ (م۵۷ھ)
② حضرت عبداللہ بن عمرؓ (م۷۵ھ)
③ حضرت انس بن مالکؓ (م۹۳ھ)
④ حضرت عائشہ صدیقہؓ (م۴۹ھ)
⑤ حضرت عبداللہ بن عباسؓ (م۶۸ھ)
⑥ جابر بن عبداللہ انصاریؓ (م۷۴ھ)
⑦ حضرت ابوسعید خدریؓ (م۴۶ھ)
⑧ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (م۳۲ھ)
⑨ حضرت عبداللہ بن عمروؓ (م۶۵ھ) ہیں۔

صرف ان نو حضرات صحابہ کی روایات کی مجموعی تعداد اٹھارہ ہزار چار سو اڑسٹھ (۱۸۴۶۸) ہے۔ یہ احادیث کی مجموعی تعداد کے ایک ثلث سے بھی زیادہ حصہ ہے جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حفاظتِ حدیث کا عہدنبویؐ میں کس قدر اہتمام تھا۔ اس کے لئے یہ کہنا کہ تیسری صدی میں احادیث وضع کی گئی ہیں، محض احمقانہ اور جاہلانہ الزام ہے۔ ان میں سے بھی سب

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ تعداد حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات کی ہے جو پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، ان احادیث کو ان کی بہ حالتِ اسلام زندگی پر تقسیم کریں تو روزانہ کی اوسط پانچ یا چھ احادیث بنتی ہیں جو قطعاً قابل تعجب نہیں ہیں، یعنی احادیث کی مجموعی تعداد بھی ایسی نہیں کہ اس پر تعجب ہو اور اصحابِ رسول کی انفرادی مرویات کی تعداد بھی غیر معقول نہیں۔ اس کے بعد وضع حدیث کے الزام کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے!!

پھر ان کثیر الروایہ صحابہ کرامؓ کی سیر و سوانح اور شخصی اوصاف اور ذاتی محاسن پر نظر ڈالیں تو صحت و صداقتِ حدیث پر دل مزید اطمینان محسوس کرتا ہے۔ والحمد الله على ذلك

انتہائی اختصار سے چند معروضات پیش خدمت ہیں، اس امید کے ساتھ کہ آپ صدقِ دل سے ان کی شخصیات کی خدمات کا مطالعہ کریں گے۔ ان شاء اللہ

① حضرت ابو ہریرہؓ

سات ہجری، غزوۂ خیبر کے سال اسلام لائے۔ بڑے صالح و متقی، عابد و زاہد، شب زندہ دار اور روزے کا اہتمام کرنے والے تھے۔ نبی ﷺ کے ساتھ بڑی محبت کرتے تھے۔ ہمہ وقت صحبتِ نبوی میں رہتے تھے۔ سفر و حضر میں آپؐ کے ساتھ ہوتے۔ اصحابِ صفہ جو آنحضرت ﷺ کے تلامیذِ خاص تھے، ابو ہریرہ ان میں سر برآوردہ تھے۔ علم کا شوق فراواں تھا، مال و متاعِ دنیا سے مکمل طور پر مستغنی تھے۔ اللہ پاک نے قناعت کی دولت سے نوازا ہوا تھا۔ صحبتِ نبویؐ کا پورا عرصہ (چار برس) ایک لمحہ بھی حصولِ علم سے غفلت نہیں برتی، پوری کوشش کرتے کہ کوئی حدیث سننے سے رہ نہ جائے۔

◉ صحیح بخاری و مسلم میں ان سے مروی ہے:

”قلت یارسول الله! أسمع منك أشياء فلا أحفظها قال: «أبسط رداءك» فبسطتُّه فحدَّث حديثًا كثيرا فما نسيتُ شيئا حدثني به“ (ترمذی:۳۸۳۵)

”میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میں آپ سے کئی باتیں سنتا ہوں مگر یاد نہیں رکھ پاتا، آپؐ نے فرمایا: اپنی چادر پھیلاؤ تو میں نے چادر پھیلا دی۔ پھر آپؐ نے مجھے بہت ساری احادیث بیان فرمائیں، آپؐ نے جو بیان فرمایا، پھر مجھے اس میں سے کچھ نہیں بھولا۔“

◉ ایک دن ابو ہریرہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! روزِ قیامت آپؐ کی شفاعت

کی سعادت سب سے زیادہ کسے حاصل ہوگی؟ تو آپؐ نے فرمایا:

”لقد ظننت يا أبا هريرة أن لا يسألني عن هذا الحديث أحد أوّل منك لما رأيت من حرصك على الحديث، أسعد الناس بشفاعتي يوم القيامة من قال لا إله الا الله خالصًا من قلبه“ (صحیح بخاری:۹۹)

”اے ابوہریرہؓ! تیرے علم حدیث کے شدید شوق کی وجہ سے مجھے یہ یقین تھا کہ تجھ سے پہلے اس حدیث کے بارے میں مجھ سے کوئی نہیں پوچھے گا۔ قیامت کے روز میری شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ اسے حاصل ہوگی جس نے اخلاصِ قلب سے لا الہ الا اللہ کہا ہوگا۔“

◉ محمد بن عمارہ بن عمرو بن حزم ایک روز حضرت ابوہریرہؓ کی مجلس حدیث میں بیٹھے تو آخر میں نتیجہ نکالا کہ ”فعرفت يومئذ أنه أحفظ الناس عن رسول الله ﷺ“

”اس دن مجھے معلوم ہوا کہ ابوہریرہؓ حدیثِ رسول اللہؐ کے سب لوگوں سے بڑھ کر حافظ ہیں۔“ (سير أعلام النبلاء:۲/۶۱۷)

اور خود ابوہریرہؓ کا بیان ہے:

”كنت أكثر مجالسة رسول الله ﷺ أحضر إذا غابوا وأحفظ إذا نسوا“

”میں آنحضرت ﷺ کی مجلس میں حاضری کا سب سے زیادہ اہتمام کرتا تھا۔ جب لوگ غائب ہوتے تو میں حاضر ہوتا اور جب لوگ بھول جاتے تو میں یاد رکھتا تھا۔“ (مسند احمد:۲/۴۷۲)

◉ حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس ایک دن مسئلہ پوچھنے کے لئے ایک صاحب تشریف لائے۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے کہا کہ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس جائیے اور اس کی وجہ بھی بتائی کہ میں آپ کو ابوہریرہؓ کے پاس کیوں بھیج رہا ہوں۔ فرمانے لگے کہ ایک دن ہم مسجد میں بیٹھے تھے، ایک میں تھا، ایک اور دوسرے ابوہریرہؓ تھے۔ ہم ذکر واذکار کررہے تھے اور دعائیں مانگ رہے تھے، اتنے میں محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ہمارے پاس بیٹھ گئے۔ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر ادباً خاموش ہوگئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا خاموش کیوں ہوگئے ہو؟ جو کام پہلے کررہے تھے، وہ جاری رکھو، ہم نے دعا شروع کردی۔ ہم دونوں دعائیں کررہے تھے اور نبی ﷺ آمین آمین کہہ رہے تھے۔ جب ہم دعا کرچکے تھے تو ابوہریرہؓ نے دعا کی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے دو لفظوں میں بڑی مختصر دعا کی: اے اللہ! میں تجھ سے وہ مانگتا ہوں جو تجھ سے ان دو ساتھیوں نے مانگا ہے۔ امام الانبیاء نے فرمایا: آمین! اور ساتھ کہا: ”اللهم إني

أسئلك علما لا ينسى'' ایک اور دعا مانگتا ہوں کہ اے اللہ میں ایسے علم کا سوال کرتا ہوں کہ وہ بھولے نہ۔ امام الانبیاﷺ نے فرمایا: آمین! زید بن ثابتؓ نے کہا: ہم نے عرض کیا اللہ کے رسولﷺ! ہم بھی یہ دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں بھی ایسا علم حاصل ہو جو نہ بھولے۔ تو آپﷺ نے فرمایا: قد سبقكم بها الغلام الدوسي ایک دوسی نوجوان سبقت لے گیا ہے، اس نے مانگ لیا اور تم رہ گئے۔ (السنن الکبریٰ:۵۸۳۹)

حضرت ابوہریرہؓ کے پاس احادیثِ نبویہ کا ایک بڑا مجموعہ لکھا ہوا بھی موجود تھا، جس میں سے اُنہوں نے ہمام بن منبہ یمنی کے لئے انتخاب کرکے ایک مختصر مجموعہ بھی لکھوایا تھا جو صحیحین میں مروی ہے۔ یہ مجموعہ اس سے پہلے مسند احمد بن حنبل اور مصنف عبدالرزاق میں ذکر ہو چکا ہے اور گذشتہ سالوں میں اس کا اصل نسخہ بھی تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

ابوہریرہؓ کی دیانت، امانت اور ثقاہت، نیکی و تدین اور زہد و تقویٰ، پھر شوقِ حصولِ علم اور صحبتِ نبوی کا اہتمام اور حفظ و کتابتِ حدیث اور درس و تدریس سے خصوصی شغف اور ان کے مجموعے کا بعینہٖ مل جانا یہ اس امر کے قطعی دلائل ہیں کہ ان کی مرویات محفوظ اور شک و شبہ سے بالا ہیں اور نہایت قابل اعتماد ہیں۔ ﴿فبأي حديث بعده يؤمنون﴾

❷ حضرت عبداللہ بن عمرؓ

آپ امیرالمومنین حضرت عمر بن خطابؓ کے بیٹے تھے۔ بچپن میں ہی ایمان لے آئے تھے۔ گیارہ برس کی عمر میں اپنے والدِ گرامی کے ساتھ ہجرت کی۔ متعدد جہادی مہمات میں شرکت کی۔ اتباعِ سنت نبویہ میں آپؓ ضرب المثل ہیں۔ آنحضرتﷺ سے بے پناہ محبت تھی۔ آپؐ کا ذکر ہوتا تو آنسوؤں پر قابو نہ رہتا۔ اکثر حضورﷺ کی مجلس میں حاضر رہتے۔ غائب ہوتے تو دوسروں سے پوچھتے کہ آپؐ نے کیا فرمایا تھا۔ تذکرۃ الحفاظ میں ہے:

''كان ابن عمر حبر هذه الأمة'' (۳۸/۱)

''ابن عمرؓ اس اُمت کے بڑے عالم تھے۔''

آنحضرتﷺ سے براہِ راست بھی روایات حاصل کیں اور حضرات ابوبکر، عثمان، ابوذرؓ غفاری، معاذ اور ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے بھی احادیث حاصل کیں۔ صحابہ و تابعین میں ان کے تلامذہ کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے:

www.KitaboSunnat.com

"أملك شباب قريش لنفسه عن الدنيا عبدالله بن عمر" (سیر اعلام النبلا ۲۱۱/۳)

''قریش کے نوجوانوں میں دنیا طلبی کے سلسلے میں اپنے نفس پر سب سے زیادہ قابو عبداللہ بن عمرؓ کو تھا۔''

ان کی ہمشیرہ حضرت حفصہؓ رسولِ اکرم ﷺ کے حبالہ عقد میں تھیں، اس لئے اُنہیں صحبت نبوی کا فیض بکثرت حاصل تھا۔ اسلام بھی جلد قبول کرلیا، علم کا شغف بھی تھا، اس لئے کثیر الروایۃ صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی مرویات کی تعداد دو ہزار چھ سوتیس (۲۶۳۰) ہے۔ ان کے پاس ایک مکتوب مجموعہ حدیث بھی موجود تھا جس کی اکثر مراجعت کرتے رہتے تھے۔

۳ انس بن مالکؓ

یہ رسول اللہ ﷺ کے خادمِ خاص تھے۔ ان کی والدۂ محترمہ اُمّ سلیم بنت ملحان نے اپنے اس خوش بخت لختِ جگر کو رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت کے لئے انؐ کے حضور پیش کردیا تھا۔ جسے آپؐ نے قبول فرما لیا تھا۔ اس طرح اُنہوں نے خاندانِ نبوی ہی میں پرورش پائی، آنحضرت ﷺ اُنہیں نہایت عزیز رکھتے تھے۔ اُسوۂ رسول ﷺ کا جو مشاہدہ ان کے حصے میں آیا، وہ شاید ہی کسی کو نصیب ہوا ہو۔ بڑے ہی نیک دل زاہد و عابد تھے۔ نماز کا بڑا اہتمام فرماتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ

"ما رأيت أحدا أشبه صلاة برسول الله من ابن أم سليم"

''میں نے اُمّ سلیم کے بیٹے سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کی نماز کے مشابہ نماز پڑھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔'' (سنن ابن ماجہ: ۸۲۷، مجمع الزوائد: ۱۳۵/۲)

ان کی مرویات کی تعداد دو ہزار دو سو چھیاسی (۲۲۸۶) ہے۔

آنحضرت ﷺ سے براہِ راست روایت کرنے کے علاوہ اُنہوں نے حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ، ابن مسعودؓ، فاطمۃ الزہراؓ، عبداللہؓ بن رواحہ اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے احادیث روایت کی ہیں۔ ان کے پاس احادیث پر مشتمل ایک مکتوب صحیفہ تھا۔ وہ فرماتے تھے کہ یہ احادیث میں نے حضور ﷺ سے سن کر لکھی ہیں اور انہیں حضورؐ کے سامنے پیش بھی کیا ہے۔ (تاریخ بغداد: ۲۵۹/۸)

۴ اُمّ المؤمنینؓ عائشہ صدیقہ

نبی مکرم ﷺ کے رفیقِ خاص ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی اور آنحضرت ﷺ کی محبوب ترین اہلیہ

www.KitaboSunnat.com

تھیں۔ اُنہوں نے نبی ﷺ کی رفاقت میں آٹھ برس پانچ ماہ بسر کیے۔ آپؐ کے پاس ہی ان کی علمی و عملی تربیت ہوئی۔ بلا کی ذہین و فطین تھیں، حصولِ علم کا جذبہ صادقہ تھا، صحابہ کرامؓ میں سب سے بڑھ کر نقاد تھیں۔ عورتوں کے مسائل میں اُنہیں سند کا درجہ حاصل تھا۔ نہایت صالحہ، تقیہ اور سخی خاتون تھیں، انؓ کی عصمت کی شہادت قرآن میں نازل ہوئی۔ صحابیات میں سب سے زیادہ مرویات انہی سے منقول ہیں۔ بڑے فقہا میں شمار ہوتی ہیں۔ جلیل القدر صحابہ کرامؓ بھی ان کے علم و فضل اور عظمت و فضیلت کے معترف تھے۔

تذکرۃالحفاظ میں ان کے بارے میں منقول ہے:

"كانت عائشة أعلم الناس يسألها أكابر الصحابة" (تذکرۃ:۱/۲۸، تہذیب:۱۲/۴۳۵)

''عائشہ سب سے بڑھ کر عالم تھیں۔ بڑے صحابہؓ بھی ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔''

حضرت ابوموسیٰؓ کا بیان ہے:

"ما أشكل علينا أصحاب محمد ﷺ حديث قط فسألنا عائشة إلا وجدنا عندها منه علمًا" (سير أعلام النبلاء: ۲/۱۷۹ و تذکرہ:۱/۲۸)

''ہم اصحابِؓ رسول حدیث کے بارے میں کبھی کوئی اشکال محسوس کرتے، تو عائشہ صدیقہ سے دریافت کرتے تو اُنہیں ضرور اس کا علم ہوتا۔''

اُنہوں نے آنحضرت ﷺ سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔ اس کے علاوہ اپنے والد ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، سیدہ فاطمۃ الزہراؓ، سعد بن ابی وقاصؓ وغیرہ سے بھی ان کی مرویات ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں تابعین کی کثیر تعداد کے علاوہ حضرت عمرؓ، ابن عمرؓ، ابوموسیٰؓ اور ابن عباسؓ جیسے لوگوں کے نام معروف ہیں۔ ان کی مرویات کی تعداد دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) ہے۔ ان کے بھانجے عروۃ بن زبیرؓ سے منقول ہے کہ وہ حضرت عائشہؓ کی اجازت سے ان کی احادیث لکھتے تھے۔ پھر دوسرے صحابہؓ کی روایات سے ان کا مقابلہ کرتے تھے، پھر اپنا مجموعہ مرتب کرتے تھے جسے حضرت عائشہؓ نے پسند فرمایا اور اس کی اجازت بھی دی۔

۵ عبداللہ بن عباسؓ

رسولِ اکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی اور آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت میمونہؓ کے بھانجے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر صرف ۱۳ برس تھی، آنحضرت ﷺ نے ان کے

www.KitaboSunnat.com

لئے خصوصی دعا فرمائی تھی: «اللهم علّمه الحكمة» (جامع ترمذی:۳۸۲۴)

''اے اللہ! اس کو علم و حکمت سکھا دے۔''

آنحضرت ﷺ کے ساتھ قرابت کی بدولت اُنہیں حصولِ علم کے بڑے مواقع میسر آئے۔ شوقِ طلب بھی فراواں تھا۔ ترجمان القرآن، حبر الأمة اور بحر کے القاب سے معروف تھے۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد اصحابِ رسول سے اُنہوں نے بڑا علم حاصل کیا۔ اساتذہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ حصولِ علم کے لئے کسی صحابی کی خدمت میں جاتے اور وہ سو رہا ہوتا تو اسے جگانے کی بجائے انتظار کرتے رہتے۔ ان کے بارے میں عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے۔ ''فإنه أعلم من بقي بما أنزل الله على محمد ﷺ'' (الاصابہ ۳/۳۲۴)

''وہ محمد ﷺ پر نازل ہونے والے علم کے سب سے زیادہ عالم تھے۔''

ان کی مجلس علم و تدریس بڑی باوقار ہوتی تھیں، جس میں قرآن، حدیث، فقہ اور شعرو ادب کا تذکرہ رہتا اور تقویٰ اور خشیتِ الٰہی کا بھی ان پر نمایاں اثر ہوتا تھا۔ بڑی ہی جامع العلم والعمل شخصیت کے مالک تھے۔ حضرت عمرؓ ان کے علم پر اعتماد کرتے اور اُنہیں بڑی اہمیت دیتے تھے۔ ان کے اساتذہ اور تلامذہ کی فہرست بڑی طویل ہے۔ ان کی مرویات کی تعداد ایک ہزار چھ سو ساٹھ (۱۶۶۰) ہے۔ ان کے پاس بھی احادیثِ نبویہؐ کا ایک لکھا ہوا مجموعہ موجود تھا۔ (طبقات ابن سعد ۵/۲۹۳)

❻ جابر بن عبداللہ انصاریؓ

اپنے زمانے میں مدینہ طیبہ کے مفتی شمار ہوتے تھے۔ ان ستر صحابہ میں شامل تھے جو بیعت عقبہ میں حضور سے ملے تھے۔ بدر و اُحد کے علاوہ تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ بے حد محبت کرتے اور آپ ﷺ بھی ان سے محبت کرتے تھے۔ مقروض تھے، نبی ﷺ نے از راہِ شفقت ان کا قرض خود ادا کیا تھا، تنگ دستی کے باوجود حصولِ علم میں کوتاہی نہیں کی۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد اصحابِ رسول سے بھی کسبِ فیض کیا۔ ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، ابوعبیدہؓ، طلحہؓ، معاذ بن جبلؓ، ابوہریرہؓ اور ابوسعیدؓ سے مرویات لیں۔ ان کی احادیث کی تعداد ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) ہے۔ ان کا مکتوب صحیفہ حدیث بہت مشہور ہے جسے امام مسلم نے کتاب الحج میں نقل کیا ہے۔ مشہور تابعی قتادہ بن دعامہ

www.KitaboSunnat.com

السدوسی کہا کرتے تھے:

”لأنا لصحيفة جابر أحفظ مني لسورة البقرة“ (التاریخ الکبیر:۱۸۶/۴)

”مجھے جابر بن عبداللہ کا صحیفہ سورہ بقرہ سے بھی زیادہ یاد ہے۔“

❼ حضرت ابوسعید خدریؓ

بڑے ہی عالم باعمل صحابی رسول تھے۔ان چند صحابہ میں سے تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ خصوصی عہد و پیمان کیا تھا کہ دینی اُمور میں وہ کسی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے۔ اُنہوں نے رسول اکرم ﷺ کے علاوہ خلفاے اربعہ اور زید بن ثابتؓ سے بھی اکتسابِ فیض کیا۔ان کی مرویات کی تعداد ایک ہزار ایک سوستر (۱۱۷۰) ہے۔

❽ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

بڑے امین اور دیانت دار تھے۔قبل از اسلام بکریاں چرایا کرتے تھے۔ یہی بکریاں ان کے اسلام لانے کا باعث بنیں۔ ہجرتِ حبشہ سے بھی سرفراز ہوئے اور ہجرتِ مدینہ سے بھی۔ قدیم الاسلام تھے۔ آنحضرت ﷺ کی طویل صحبت اُنہیں میسر آئی۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے، غزوۂ بدر میں ابوجہل کا خاتمہ آپ ہی کے ہاتھوں ہوا۔ (صحیح بخاری:۳۹۶۳)

متعدد مناصب پر کام کیا۔ بالآخر عزلت نشینی اختیار کرلی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی حصولِ علم کی درخواست پر بشارت دی تھی: ”إنك لغلام معلم“ (الاصابہ:۳۹۱/۲)

”تم پڑھے لکھے بچے ہو۔“

روایتِ حدیث میں بے حد محتاط تھے اور دوسروں کو بھی احتیاط کا درس دیتے تھے۔ آدابِ روایت کا خصوصی خیال کرتے تھے۔ ان کے پاس بھی احادیث کا مکتوب مجموعہ تھا:

”عن معن قال أخرج لي عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود كتابا وحلف لي أنه بخط أبيه“ (جامع بیان العلم:۷۲/۱)

”مَعن سے مروی ہے کہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود نے مجھے ایک کتاب نکال کر دکھائی اور قسم کھا کر کہا کہ وہ ان کے والد کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔“

ایک آدمی آپؓ کے پاس آیا آپ کے چہرے کو دیکھتے ہی کہنے لگا، اُنہیں دیکھ کر خوش ہوتے اور فرماتے: «كيف ملئ علما كيف ملئ علما»

''یہ علم سے بھرا ہوا ظرف ہے۔'' (مستدرک، مناقب ابن مسعود ۳/۳۱۸)

روایتِ حدیث میں شدید احتیاط کے باوجود ان کی مرویات کی تعداد آٹھ سو اڑتالیس (۸۴۸) ہے۔

⑨ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ

اپنے والد سے قبل اسلام قبول کیا، احسان کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کے والد نے آنحضرت ﷺ کے پاس ان کے راہبانہ طرزِ عمل کی شکایت بھی کی تھی۔ اکثر دربارِ رسالت میں حاضر رہتے اور جو کچھ آنحضرت ﷺ سے سنتے، اسے لکھ لیتے۔ آپؐ نے اُنہیں اس کی صریح اجازت بھی دی تھی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو ان پر رشک بھی تھا اور اعتراف بھی کرتے کہ ان کی احادیث مجھ سے بھی زیادہ تھیں، اس لئے کہ وہ لکھ لیتے اور میں صرف یاد کرتا تھا۔

صحابہ کرامؓ میں سب سے پہلے حدیث کے مدوّن و کاتب ہیں۔ ان کا الصحیفة الصادقة بہت مشہور و مستند تھا۔ مسائل دریافت کرنے پر اس کی مراجعت کرکے جواب دیا کرتے تھے۔ ان کا حلقہ درس بڑا وسیع تھا اور اسے بین الاقوامی شہرت حاصل تھی۔ اہل بصرہ نے خصوصاً ان سے بہت کسبِ فیض کیا۔ ان کی مرویات کی تعداد سات سو پچاس (۷۵۰) ہے۔ بعد میں سیاسی اُمور میں مشغول ہونے کی وجہ سے انکی سند سے زیادہ احادیث نشر نہیں ہوسکیں۔

ان تصریحات سے واضح ہوگیا ہے کہ عہدِ صحابہ میں سرکاری اور نجی دونوں سطح پر حفاظت حدیث کے لئے بھرپور اہتمام تھا جو بعد میں بھی باقاعدہ فن کی حیثیت سے اُصول وضوابط کے تحت جاری رہا۔ حتیٰ کہ حدیث نبوی بڑے اسفار کے ذریعے حاصل کی جاتی رہی اور آخرکار کتب حدیث میں مدون ہوکر ہر قسم کے شبہات سے بالا ہوگئی۔ الحمد لله علی ذلك

اوپر جن صحابہؓ کا ذکر ہوا، یہ وہ عظیم لوگ ہیں جن کی کثرتِ روایت معروف ہے۔ انہی کے ذریعے زیادہ روایات اُمت کے پاس پہنچی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک شخص اس قابل ہے کہ طلباے علم خصوصاً اور عام اہل اسلام عموماً ان کی سیر وسوانح کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ مقدس، قرآنِ کریم اور اپنے رسولِ کریم ﷺ کی حدیث وسنت کی حفاظت جن پاک طینت لوگوں سے کروائی، ان کی ظاہری و باطنی صفائی کی شہادت خود آسمان سے نازل فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو صحابہ کرامؓ کی محبت سے منور فرمائے! آمین

www.KitaboSunnat.com